پیش نظر

مولانا غلام مہر علی، ایک تبصرہ، ایک تذکرہ

میانہ قد، گھٹا ہوا دوہرا جسم، گندمی رنگت، تیکھے نقوش، سادہ لباس، سفید اور متوازن داڑھی، رفتار میں لٹک، گفتار میں کھنک، تحریر میں شوخی، تقریر میں گھن گرج۔ یہ ہیں حضرت مولانا غلام مہر علی۔ اس مبرہن، مدلل، ناقابل تردید صحیفہ اور نہایت ہی محقق کتاب "دیوبندی مذہب" کے مصنف علام۔ اہل سنت کے شہرہ آفاق خطیب۔ عربی کے رواں قلم ادیب اور اردو میں عقائد حقہ کے بیباک نقیب نامور مدرس اور معروف جہاں مناظر۔ آپ مورخہ ۱۵/ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۰/ جون ۱۹۲۴ء بروز اتوار ضلع بہاولنگر کے معروف گاؤں محمود پور لالیکا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا جان محمد رحمتہ اللہ علیہ انتہائی سادہ لیکن علوم عقلیہ اور نقلیہ کے تبحر اور متحضر علم عالم دین تھے۔ انہوں نے خاصی لمبی عمر پائی اور حال ہی میں ان کا وصال ہوا ہے۔ مولانا غلام مہر علی ہندوستان کے اس جری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جس کی جنگجوئی، معرکہ آرائی اور شمشیر زنی کے قصے دریائے ستلج کے کنارے پھیلے ہوئے پنجاب میں زبان زد عوام و خاص ہیں وہ ہیں اکبر اعظم کے مشہور باغی "دُلاّ بھٹی" اسی نسبت سے مولانا بھی انتہائی دلیر اور بے باک واقع ہوئے ہیں، مناظروں کی ہنگامہ خیزیاں کسے معلوم نہیں ہیں۔ مخالف فریق کا ہتھکنڈہ، دباؤ، خوف و ہراس اور افواہ سازی بھی ہوتا ہے لیکن مولانا کسی خوف اور دباؤ کے تصور ہی سے واقف نہیں ہیں۔ ان کی کھلوی میں خوف تو ہے ہی نہیں ہاں بجلیاں بھری ہوئی ہیں۔ دلائل، شواہد اور معقول و منقول کے ذریعے بھی اگر مخالف فریق لاَ نُسَلِّمُ ہی کی گردان کر لے تو یہ اللہ کا شیر اپنی خداداد قوت بازو کو بھی حرکت میں لا سکتا ہے۔ میں مولانا کو عرصہ پچیس سال سے جانتا ہوں۔ اپنی طالبعلمی کے دوران اگر مجھے کسی مقرر نے اس شعبے میں متاثر کیا ہے تو وہ چند حضرات ہیں، ان میں مولانا غلام مہر علی بھی شامل ہیں۔

تعلیم و تربیت

جیسا کہ عرض کیا، مولانا کے والد انتہائی مضبوط اور مستند فاضل تھے۔ انہوں نے اپنے اس لخت جگر کو قرآن پاک حفظ و ناظرہ کے بعد ابتدائی فارسی، صرف و نحو اور قدوری قافیہ کے علاوہ ابتدائی رسائل منطق بھی پڑھائے۔ خاندانی ورثہ عشق رسول پاک ﷺ رنگ لایا کہ اپنی عمر کے عین پندرھویں سال والد ماجد مولانا جان محمد مرحوم کے ہمراہ مدینہ

طیبہ اور حج بیت اللہ سے سر فراز ہوئے اسی سفر مبارک کے دوران شرح مائۃ عامل اور منیۃ المصلی بھی والد محترم سے پڑھیں۔ ان دنوں مشہور قصبہ منچن آباد، جو کانگریسی فکر متحدہ قومیت کے حامل اور مولانا حسین احمد مدنی کے ہم خیال دیوبندی علماء کی تگ و تاز کا حدف تھا۔ بہاولپور میں اگرچہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کا عاشق رسول شارح اسرار محبت حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ سے تاریخی شکست کھا چکے تھے اور پیکر سوز محبت حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ انبیٹھوی صاحب کی شکست کا اعلان فرما چکے تھے لیکن پھر بھی ان کے اعتقادی سائے ریاست بہاولپور کے دور دراز علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ اسی وجہ سے منچن آباد بھی ان لوگوں کا مرکز بن چکا تھا۔ لیکن حضرت سند العارفین، تاج المحققین مولانا علامہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند اور مستند عالم دین مولانا غلام مصطفےٰ رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ دیوبندیوں کے مدرسہ سے مستعفی ہو چکے تھے۔ مولانا نے ان سے کچھ کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد ۱۳۶۱ھ میں منچن آباد سے بہاولنگر کے مدرسہ مفتاح العلوم میں داخل ہوئے۔ ایک سال تک اس مدرسہ کے شیخ الحدیث استاذ الکل، امام المناطقہ والفلاسفہ شارح اسرار وحدت الوجود حضرت مولانا فتح محمد چشتی نظامی سے پڑھنا شروع کیا۔ اس طرح مولانا غلام مہر علی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں، جنہیں استاذ العلماء مولانا فتح محمد کی نسبت شاگردی حاصل ہے۔ مولانا فتح محمد کا شمار ان اجلہ فضلا میں ہوتا ہے جن کو بلا کھٹک قرنِ اول کی نشانی اور علوم رازی کا صحیح وارث کہا جا سکتا ہے۔ ان کے تلامذہ میں مولانا غلام مہر علی کے علاوہ اہل سنت کے سب سے بڑے فقیہ حضرت مولانا محمد نور اللہ بصیرپوری بھی ہیں۔

حیف صد حیف کہ اتنے بڑے جید استاذ، معقول و منقول کے مقتدر امام، تصوف و طریقت میں قشیری اور ابن عربی کے مظہر کامل پر تاحال کوئی سوانحی کتاب منظر عام پر نہیں آسکی یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری۔ ان کے زیر سایہ مولانا غلام مہر علی نے مولانا محمد اکمل سے کچھ فنی کتابیں پڑھیں۔ اور خود حضرت مولانا فتح محمد سے بھی خاصا استفادہ کیا۔ ایک سال کے بعد طلبِ علم کے لئے لاہور پہنچے۔ اچھرہ کا مشہور عالم دینی ادارہ مدرسہ فتحیہ ان دنوں جوبن پر تھا۔ اور استاذ کامل شیخ المعقول والمنقول مولانا مہر محمد صاحب علم کے موتی لٹا رہے تھے۔ مولانا غلام مہر علی بھی اسی دریا میں غواصی کرنے لگے خود ان کے قول کے مطابق **فاستکملت فیھا اکثر الفنون والکتب من شرح القاضی المبارک وحمد اللہ والتوضیح و التلویح و اقلیدس و الخیالی والامور العامۃ و جمیع کتب الادب العربی وتفسیر جلالین والمشکوۃ الشریفۃ علی امام المعقول الاستاذ الشہیر فی الافاق الحافظ، المولیٰ مہر محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ**(1)۔ یعنی میں نے اکثر فنون اور کتابیں مثلاً شرح قاضی مبارک، حمد اللہ، توضیح تلویح

1۔ الیواقیت المہریہ، ص179

اقلیدس، خیالی، امور عامہ اور تمام ادب عربی اور تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ مولانا مہر محمد سے مکمل کیں۔ اسی طرح دورہ حدیث سید المفسرین سند المحدثین حضرت علامہ مولانا سید ابوالبرکات قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا۔ مولانا غلام مہر علی اس لحاظ سے انتہائی خوش نصیب ہیں کہ وہ استاذ الاساتذہ شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے صرف ایک واسطے سے نسبت شاگردی رکھتے ہیں۔

تدریس وخطابت

مولانا دار العلوم حزب الاحناف سے فراغت کے بعد سب سے پہلے ضلع فیصل آباد کے مشہور قصبہ پیر محل میں خطیب و مدرس مقرر ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی سید العارفین امام العشاق مصطفےٰ فنا فی الرسول نائب اعلیٰ حضرت میرے مرشد کامل امام اہلسنت آقائے نعمت سیدی و مرشدی مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف نہیں لائے تھے۔ پورے علاقے میں اہانت رسول کی گھٹاٹوپ رات چھائی ہوئی تھی۔ کوئی بھی شخص نعرۂ رسالت بلند کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ عوام تو سبھی صحیح العقیدہ تھے لیکن خارجی فکر و نظر مسند خطابت و تدریس پر مسلط تھا۔ حضرت مولانا ایسے تپتے ہوئے صحرا میں باران رحمت کا پہلا قطرہ ثابت ہوئے۔ جواد مطلق نے تدریس اور خطابت میں حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ معقول و منقول پر مکمل نگاہ، فقہ حدیث سے کامل آگاہی، تفسیر میں ژوف نگاہی، نحو و اصول پر مکمل عبور کے علاوہ زبان میں بلا کی مٹھاس، سیرت اور سوانح کے گہرے مطالعہ کے سبب تقریر اس قدر پر تاثیر کہ پورے علاقے میں ڈنکے پٹ گئے۔ اہلسنت کے چمن میں بہار آگئی۔ جعلی تقدس اور پھوکے علمی رعب وداب کے غباروں سے ہوا نکل گئی۔ مولانا گرجنے سے زیادہ برسنے لگے۔ ابھی ایک ہی سال ہوا تھا کہ آپ کے والد ماجد پھر عازم حرمین ہوئے۔ اس لیے مجبوراً وطن مالوف کو مراجعت ہوئی۔ اسی اثناء میں بلدہ خیر چشتیاں شریف کے اہل سنت کو جب اس ابھرتے ہوئے نوجوان کی علمی اور تقریری صلاحیتوں کا علم ہوا تو انہوں نے قیام کے لیے مجبور کیا۔ وہ دن اور آج کا دن مولانا اور چشتیاں شریف لازم و ملزوم ہو کر رہ گئے۔ قریباً پون صدی سے چشتیاں شریف سے نکل کر یہ آفتاب ان کونوں کھدروں میں بھی اپنی روشنی پھیلانے لگا۔ جہاں تعصب کے دبیز پردوں میں شب پلدا کا سماں پیدا کر رکھا تھا۔ آپ کی تقریر گھن گرج، زیر و بم، فصاحت و بلاغت، متانت و ظرافت کا کامل مرقع ہوتی ہے۔ دلائل کی یلغار، پاٹ دار لہجہ، مترنم آواز، تلاوت قرآن کا انوکھا انداز، طنز اور مزاح کا دلکش سماں ہزاروں انسانوں کو مسحور کئے پوری پوری رات بیگانہ این و آں کئے رکھتا ہے۔ غرض کہ آپ کی خطابت نے معرکۃ الآراء مناظروں کو جنم دیا۔ آپ فاتح بن کر ابھرے۔ اور غنیم ہزاروں پاپڑ بیلنے اور لاکھوں داؤ کھیلنے کے باوجود حضور مہر عالم

سید العارفین پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے اس چہیتے مرید اور اعلیٰ حضرت امام بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سچے فدائی کو زیر نہ کر سکا۔ اس مرد تنہا نے لشکر اعداء میں ایسی بھگدڑ مچائی کہ دیوبند سے لے کر نجد تک پوری کائنات خارجیت دہل کر رہ گئی۔

تصوف و طریقت

جیسا کہ نام سے واضح ہے۔ "وہ غلام" مہر علی ہیں۔ آپ کے والد ماجد کے ہاں اولاد ہوتی اور فوت ہو جاتی۔ آخر انہوں نے نذر مانی کہ اب جو فرزند ہو گا اس کا نام اپنے مرشد کامل سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب رکھوں گا اور عالم بھی بناؤں گا۔ چنانچہ مولانا جون ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا یہ نام رکھا گیا۔ اس طرح طریقت گویا ان کی گھٹی میں ڈالی گئی۔ جب مولانا نے ہوش سنبھالا تو اس وقت حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت گولڑوی کے لخت جگر پیر سید غلام محی الدین گولڑوی کا دورۂ شباب تھا۔ وہ اپنے والد کی کیف و مستی، عشق و محبت، حب رسالت سوز و گداز کے صحیح وارث تھے۔ مولانا نے انہیں سے بیعت کی۔ حضرت باؤجی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہات نے مولانا کو سوز روی سے آشنا کیا۔ علم ظاہری تو وافر تھا ہی۔ آپ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کی۔ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے کہ مولانا کو حضرت الاستاذ العلام مولانا فتح محمد بہاو لنگری کا شرف تلمذ حاصل ہے۔ وہ بھی اپنے دور کے بہت بڑے وجودی تھے۔ نظریہ وحدت الوجود مولانا بہاول نگری کا خاص موضوع تھا۔ اسی بنا پر یہ ہونہار تلمیذ بھی فیض استاذ اور نگاہ مرشد سے اسی عقیدہ حقہ کا مبلغ اعظم بن گیا۔ مولانا اس مسئلہ میں اتنے پختہ بلکہ سرشار ہو چکے ہیں کہ وہ نظریہ وحدت الشہود کو نقد و نظر کے ترازو میں تولتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے بعد صرف تین بزرگ اس قابل ہیں جن کی بارگاہوں میں ان کے جذبات عقیدت مچل مچل کر سلام عرض کرتے ہیں۔ وہ شیخ المحققین برکت الرسول فی دیار الہند سیدنا شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی، سید العارفین مہر عالم سیدنا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور شیخ الاسلام والمسلمین مجدد ملت اسلامیہ شیخ العرب والعجم عبد المصطفےٰ حضرت الامام الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم۔ مولانا اپنی تقریروں میں حقیقت محمدیہ اور نظریہ توحید اکابر کی مستند تصانیف اور امام اہلسنت سرکار رضا بریلوی کی نثری اور شعری دلائل اور شیخ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہم کے ارشادات کی روشنی میں بڑے دھڑلے سے بیان کرتے ہیں۔ مثنوی مولانا روم سے اس موضوع پر بیسیوں اشعار پڑھتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ مولانا کو اس نظریہ سے اختلاف کرنے والے اکابر علم و فضل پر جرح و تنقید کرتے سنا۔ جب سے فصوص الحکم اردو میں چھپی ہے، مولانا اس کی اشاعت کے مبلغ بن گئے ہیں۔

سیاست

تمام سنی علماء کی طرح مولانا بھی جمعیت علماء پاکستان کے سرگرم حامی بلکہ ان چند افراد میں سے ہیں جنہیں اس تنظیم کا اساسی رکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ جمعیت کی تمام سیاسی پالیسیوں کے مؤید ہیں ۱۹۷۰ء میں جمعیت کے ٹکٹ پر حلقہ چشتیاں سے قومی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا لیکن پیپلز پارٹی کے سیلاب کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کے پرجوش اور سرگرم فداکاروں میں سے ہیں۔ انہیں عصر حاضر میں اہلسنت کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ ضلع بہاولنگر میں جمعیت کے مضبوط ستون ہیں۔ جمعیت کی سب پالیسیوں کی پرجوش حمایت کے باوجود ماضی قریب میں جمعیت کے متحدہ جمہوری محاذ (U.D.F) اور پاکستان قومی اتحاد (P-N-A) میں شمولیت اور قابل اعتراض لوگوں سے سیاسی اشتراک کو پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن جمعیت کی پالیسی سے سرمو انحراف نہ کیا۔ وہ پاکستان میں مکمل نظام مصطفےٰ کے عملی نفاذ پر زور دیتے ہیں۔ ہر چند کہ سیاست ان کا طبعی اور فطری موضوع نہیں لیکن وہ اس بت خانے میں اذان اسلام دینا جہاد سمجھتے ہیں۔

قلم و قرطاس

مولانا تمام علماء حق کی طرح دین کا دفاع صرف زبان سے نہیں، قلم سے بھی کرتے ہیں۔ عقائد کے باب میں ان کی نظر انتہائی گہری ہے۔ مطالعہ بہت وسیع، استدلال اور استنباط کی قوت بڑی وافر ہے۔ بنابریں ان کے جذبات نوک خامہ سے سینہ قرطاس پر پھیلتے رہتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کے قلم میں میر و مرزا کا تغزل، داغ اور غالب کا انداز تحریر، ابو الکلام کی شستگی اور رشید صدیقی کی کاٹ نہیں۔ الفاظ سادہ، عبارت من بھاتی، عوامی ذہن پر دستک دیتی ہے۔ دلائل کا لاؤ لشکر، شواہد کا انبار اور نقد و جرح کے قافلے ان کی قلمی عظمت کے نشانات ہیں۔ عربی میں بھی یہی سادگی رواں رہتی ہے۔ قائد تحریک آزادی حضرت امام فضل حق خیر آبادی کی نادرۂ روزگار تصنیف "الثورۃ الہندیہ" کی عربی شرح "الیواقیۃ المہریہ" کے نام سے تحریر فرمائی۔ اس کے حاشیے میں اہلسنت کے موجودہ علماء کا تعارف لکھا۔ یہی زیر نظر کتاب "دیوبندی مذہب" پروفیسر الیاس برنی کی شہرہ آفاق کتاب "قادیانی مذہب" کی طرز پر لکھی گئی۔ دیوبندی طبقہ خیال کے پورے لٹریچر کو چھان ڈالا۔ بین السطور کو جھانکا۔ حاشیوں کو ٹٹولا۔ شروح کو پرکھا۔ جتنی بھی اعتقادی، ایمانی، اخلاقی اور عملی کمزوریاں نظر پڑیں۔ جمع فرما کر عام آدمی کو بھی دیوبند کے پھاٹک میں داخل کر دیا۔ سینکڑوں حوالے ناقابل تردید دلائل اور اٹل شواہد اس طرح پیش فرمائے کہ گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون اور دیوبند کے علمی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ زبان و بیان، قلم و قرطاس کے بڑے بڑے طرہ دار مدعیان آج تک اس پیکر سادہ کا جواب لانے سے قاصر

ہیں۔ مولانا وہ قابل فخر مصنف ہیں، جنہوں نے اعداء کے دلائل کو لتاڑا، دعوؤں کو پچھاڑا اور جھوٹے تقدس کی رداؤں کو پھاڑا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوار الاسلام قادری رضوی میرے پیر بھائی حضور سیدی و مرشدی محدث اعظم پاکستان مولانا شاہ محمد سردار احمد چشتی قادری رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے مرید اور شاگرد ہیں۔ حضرت نے جو جذبہ دین اپنے وابستگان دامن میں بھرا اسی کا اظہار اس لازوال کتاب کی اشاعت ہے۔ مولانا غلام مہر علی پنجابی میں شعر بھی کہتے ہیں۔ اور بھی کتابیں آپ کی علمی اور قلمی یادگار ہیں۔ الغرض مولانا غلام مہر علی اقبال کے اس شعر کا مکمل مرقع ہیں۔ ؎

جباری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان